© rasailojaraid.com

عقد ذمہ کی شرعی و آئینی حیثیت

ڈاکٹر حافظ محمد سعد اللہ

عقدِ ذمہ یا عہد و پیمان محض رسمی، دکھاوے کی اور کاغذی کارروائی نہیں ہوتی بلکہ اس کی حیثیت دائمی ہوتی ہے۔ بعد میں آنے والی کوئی حکومت اس کو ختم کرنے کی مجاز نہیں۔ البتہ معاہدین خود معاہدہ توڑ دیں یا شرائط کا پاس نہ کریں تو دوسری بات ہے ورنہ اسلامی حکومت کے نزدیک اس کی حیثیت دائمی ہوتی ہے۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے اہلِ مقنا، اہلِ حنین اور اہلِ خیبر کے ساتھ جو معاہدہ کیا یا جو انہیں امان نامہ دیا اس میں ''مادامت السموات والارض'' کے الفاظ ہیں۔ یعنی یہ معاہدہ/ امان نامہ تا قیامت تمہارے لئے ہے۔ ا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے اپنی شہادت کے وقت اپنے مابعد خلیفہ کو ذمیوں سے متعلق جو وصیت فرمائی اس میں فرمایا:

واوصیه بذمة اللہ وذمة رسوله ﷺ ان یوفی لهم بعهدهم وان یقاتل من ورائهم ولا یکلفوا الا طاقتهم ۲۔

میں اسے وصیت کرتا ہوں کہ اہل الذمہ کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے جو ذمہ دیا گیا ہے اس کی حفاظت کرے، ان سے جو عہد کیا گیا ہے اسے پورا کرے، ان پر حملہ ہو تو ان کے دفاع میں جنگ کرے اور ان پر اتنا ہی بوجھ (جزیہ) ڈالے جتنا کہ وہ اٹھا سکیں۔

اسلام میں عقد ذمہ کی آئینی حیثیت کیا ہے اور اسے پورا کرنا کس قدر ضروری ہے؟ اس کے بارے میں مشہور حنفی فقیہ علامہ ابوبکر الکاسانیؒ نے عقد ذمہ کی صفت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

جہاں تک عقد ذمہ کی صفت کا تعلق ہے تو وہ یہ ہے کہ یہ ہمارے (اہل اسلام کے) حق میں تو لازم ہے کہ مسلمان اسے توڑنے کا کسی حال میں بھی اختیار نہیں رکھتے، البتہ ذمیوں کے حق میں یہ لازم نہیں ہے۔ تاہم فی الجملہ یہ ٹوٹنے کا احتمال رکھتا ہے۔ لیکن یہ صرف تین امور میں سے کسی ایک امر سے ہی

☆ امام صاحب کے نزدیک اگر حقیقت پر عمل ناممکن بھی ہو تب بھی مجاز اس کا نائب بنے گا ☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ٹوٹ سکتا ہے۔ایک تو یہ کہ ذمی اسلام قبول کرلے کیونکہ جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے' عقد ذمہ تو قبول اسلام کے وسیلے کے طور پر باندھا جاتا ہے اوراس کے اسلام قبول کرنے سے یہ مقصود حاصل ہوگیا۔دوسرا امر یہ ہے کہ وہ دارالحرب سے جا ملے کیونکہ دارالحرب سے جا ملنے سے وہ بمنزلہ مرتد کے ہوجاتا ہے۔۔۔تیسرا امر یہ ہے کہ وہ کسی علاقہ پر غلبہ حاصل کرلیں اور مسلمانوں سے لڑنا شروع کردیں۔کیونکہ ایسا کرنے سے وہ اہل حرب ہوجاتے ہیں اور معاہدہ لامحالہ ٹوٹ جاتا ہے۔۳؎

یہ عقد ذمہ اسلام میں کس قدر مضبوط ہوتا ہے اور اسلامی ریاست اس کی کس حد تک پابند ہے؟اس سلسلے میں علامہ کاسانیؒ نے فقہ حنفی کا نقطہ نظر بیان کرتے ہوئے مزید لکھا ہے:

''اگر کوئی ذمی جزیہ دینے سے انکار کردے تو بھی یہ عہد نہیں ٹوٹے گا۔کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اس کا انکار مال نہ ہونے کے عذر کی وجہ سے ہو۔لہذا شک اور احتمال کے ہوتے ہوئے معاہدہ نہیں ٹوٹے گا۔اسی طرح اگر وہ نبی کریم ﷺ کی شان میں سب وشتم کرے تو بھی معاہدہ نہیں ٹوٹے گا کیونکہ یہ تو کفر پر کفر کا اضافہ ہے۔اور معاہدہ اگر اصل کفر کیساتھ باقی رہتا ہے تو کفر کے اضافے کے ساتھ بھی باقی رہے گا۔اسی طرح اگر وہ کسی مسلمان کو قتل کردے یا کسی مسلمان عورت سے زنا کا مرتکب ہو تو بھی معاہدہ نہیں ٹوٹے گا کیونکہ یہ جو گناہ ہیں جن کا اس نے ارتکاب کیا' یہ قباحت اور حرمت میں کفر سے تو کمتر ہیں۔تو جب کفر کے ساتھ عقد ذمہ باقی رہتا ہے تو معصیت کے ساتھ بدرجہ اولی باقی رہے گا۔واللہ تعالی اعلم''۴؎

جبکہ دیگر ائمہ مجتہدین کے نزدیک ان جرائم سے عقد ذمہ/معاہدہ ٹوٹ جاتا ہے۔۵؎

عقد ذمہ کی اس قدر اہمیت اور اس قدر پاس اس لیے ہے کہ اسلامی ریاست اھل الذمہ سے جو معاہدہ کرتی ہے تو وہ نائب الہی بن کر کرتی ہے اور اس کا اھل الذمہ سے معاہدہ خدا اور اس کے رسول ﷺ کے نام پر ایک معاہدہ ہوتا ہے۔اس معاہدہ کا پورا کرنا اس کے لیے ضروری ہے۔وہ ان کی جان ومال کی حفاظت کی ذمہ داری لیتی ہے۔اس ذمہ داری کو اسے ہر قیمت پر ادا کرنا ہوگا۔حتی کہ ان کے تحفظ کے لیے اسے دشمن سے جنگ بھی کرنی پڑے تو اس سے گریز نہ کرے۔سید مودودی نے ذمی کی تعریف کے ضمن میں یہ بھی لکھا ہے کہ:

''اسلامی حکومت یہ ذمہ محض اپنی طرف سے یا مسلم باشندوں کی طرف سے نہیں بلکہ خدا اور رسول ﷺ کی طرف سے لیتی ہے اور اس کی اہمیت اس درجے کی ہے کہ اگر کسی غیر مسلم حکومت

☆امام شافعی کا مسلک یہ ہے کہ نکاح بھی عقد مالی ہے☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں مسلمانوں کا قتل عام بھی کر ڈالا جائے تو ہم انتقاماً اپنے ملک میں اس کے ہم مذہب ذمیوں کا بال تک بیکا نہیں کر سکتے۔ایک اسلامی حکومت میں کوئی پارلیمنٹ ان کے شرعی حقوق غصب کرنے کی سرے سے مجاز ہی نہیں ہے۔۶؎

عقد ذمہ کے ذریعے اسلامی ریاست اھل الذمہ کے جن حقوق کا ذمہ اٹھاتی اور جن کی تفصیل آ گے آ رہی ہے'ان کی آئینی حیثیت اور شریعت میں ان کے مرتبہ ومقام کے متعلق مولانا امین احسن اصلاحی نے لکھا ہے:

''جو حقوق یہاں بیان کیے جا رہے ہیں ان کی حیثیت دنیا کے عام دستوری تحفظات کی سی نہیں ہے کیونکہ ایسے تحفظات میں سے اکثر کی اول تو کتاب دستور کی زینت ہونے سے زیادہ کوئی قیمت ہی نہیں ہوتی۔اگر ہوتی بھی ہے تو اسی وقت تک اور اسی حد تک جس حد تک حکومت کی حکمت عملی اور اغراض کے لیے ضروری یا مفید ہو۔یہ سارے حقوق اسلامی شریعت کے اسی طرح اجزاء ہیں جس طرح خدا اور رسول ﷺ کے عائد کردہ دوسرے فرائض اور واجبات۔اس لیے ان کا بہر شکل اور بہر حال قائم رکھنا اسلامی حکومت کے لیے اسی طرح ضروری ہے جس طرح شریعت کے دوسرے احکام وواجبات کا۔اگر ان میں سے کسی حق کو بھی بغیر کسی واقعی عذر کے ضائع کیا گیا تو اسلامی ریاست صرف اس زمین ہی پر اس کے لیے جوابدہ نہیں بلکہ اس کے بعد اس کی اصل جوابدھی خدا کے سامنے ہے اور وہاں اس مقدمہ میں مظلوم اھل الذمہ کے وکیل جیسا کہ احادیث میں تصریح ہے'خود محمد رسول اللہ ﷺ ہوں گے۔

ذمیوں کو یہ حقوق مسلمانوں یا ان کی حکومت کی طرف سے نہیں بلکہ خدا اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے اور ان کی ضمانت پر دیے جاتے ہیں۔ان کی ادائیگی میں دانستہ اور بلا عذر کوتاہی خدا اور رسول ﷺ سے خیانت اور غداری ہوگی۔ذمیوں کے یہ حقوق کم سے کم ہیں۔خدا اور رسول ﷺ کی طرف سے عطا کیے جانے کی وجہ سے ان میں ذرا سی کمی کرنے کا بھی کسی اسلامی حکومت کو حق نہیں ہے۔ان سے زیادہ وہ جو چاہے دے مگر ان میں سے کوئی حق کم کرنے کی وہ مجاز نہیں''۔۷؎

ایک اسلامی ریاست جب کس غیر مسلم قوم کے ساتھ باقاعدہ یہ معاہدہ کرتی ہے تو اس معاہدہ یا امان نامہ میں کیا کیا ذمہ داری قبول کرتی ہے؟ کن حقوق کی ضمانت دیتی ہے؟ کس طرح اس کے تمام حقوق

☆حضور ﷺ نے فرمایا ایک درہم کو دو درہموں کے بدلے اور ایک صاع کو دو صاع کے بدلے نہ بیچو☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور جان و مال اور عزت و آبرو کے تحفظ کا ذمہ اٹھاتی ہے؟ اور یہ معاہدہ قانونی و آئینی طور پر کتنا قطعی و ابدی ہوتا ہے؟ ان چیزوں کا اندازہ ان معاہدات سے لگایا جا سکتا ہے جو عہد نبوی ﷺ اور اس کے بعد خلفاء راشدینؓ' اموی و عباسی خلفاء اور بعد کی اسلامی حکومتوں کے زمانے میں غیر مسلموں سے کیے گئے۔ مثلاً یہود مدینہ سمیت دیگر غیر مسلم قبائل کے ساتھ کیا گیا حضور اکرم ﷺ کا مشہور معاہدہ ''میثاق مدینہ'' نجران کے عیسائیوں سے معاہدہ نبوی' اہل ایلیا (شام) کے ساتھ حضرت عمرؓ کا معاہدہ' اہل مصر کے لیے حضرت عمرو بن العاصؓ کا امان نامہ وغیرہ ان معاہدات میں غیر مسلموں یا اہل الذمہ کو جس فراخدالی سے تمام انسانی حقوق کی ضمانت دی گئی اور جس کمال مذہبی رواداری کا مظاہرہ کیا گیا اس کی تفصیل ان شاء اللہ اگلے ابواب میں آ جائے گی۔ تاہم یہاں ذیل میں ہم اس قسم کے معاہدوں کا ایک اجمالی نمونہ دیکھانا چاہتے ہیں جس سے درج بالا سوالات کا جواب اور عقد ذمہ کی آئینی حیثیت اور تمام حقوق وجزئیات کا کچھ اندازہ ہوجائے گا۔ عقد ذمہ یا امان نامہ کا یہ نمونہ مشہور انشاء پرداز اور ماہر سیاسیات علامہ القلقشندی نے اپنی منفرد تالیف ''صبح الاعشیٰ فی صناعۃ الانشاء'' میں درج کیا ہے۔ ایک اسلامی ریاست کے سربراہ یا خلیفہ کی جانب سے کسی غیر مسلم فرد یا قوم کے لیے یہ معاہدہ کن الفاظ میں اور کس اسلوب میں لکھا جانا چاہیے؟ اس کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ موصوف لکھتے ہیں کہ جب یہ معاہدہ/ امان نامہ لکھا جائے تو ان الفاظ میں لکھا جائے:

هذا كتاب امان كتبه عبد الله فلان ابو فلان امير المؤمنين الفلاني' اعز الله تعالى به الدين و ادام له التمكين لفلان الفلاني' فانه قدامنه بامان الله تعالى و امان رسوله ﷺ و امانه على نفسه وماله' وشعره وبشره واهله وولده وحرمه واشياعه واتباعه واصحابه وحاله وذات يده واملاكه ورباعه وضياعه وجميع مايخصه ويخصهم امانا صحيحا نافذا واجبا لازما لاينقض ولايفسخ ولايبدل ولايتعقب بمخاتلة ولادهان ولامواربة ولاحيلة ولاغيلة واعطاه على ذالك عهد الله وميثاقه وصفقة يمينه بنية خالصة له ولجميع من ذكر معه وعفاله عن كل جريمة متقدمة وخطيئة سالفة الى يوم تاريخ هذا الامان واحله من ذالك كله واستقبله بسلامة النفس ونقاء السريرة واوجب له من الرعاية ما اوجبه لامثاله ممن شمله ظله وكنفته رعايته حاضرا او غائبا وملكه من اختياره قريبا وبعيدا وان لايكرهه على مالايريده ولايلزمه بمالايختاره وغيره ذالك ممايقتضيه الحال ويدعو اليه المقام۔ ۸؎

☆ دلالت النص سے وہ حکم ثابت ہوتا ہے جو منصوص علیہ حکم کی علت کے طور پر از روئے لغت معلوم ہوتا ہے☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ ایک امان نامہ/ معاہدہ ہے جسے اللہ کے بندے فلاں بن فلاں امیر المؤمنین فلاں اللہ اس کے ذریعے دین کو عزت وغلبہ عنایت فرمائے اور اس کے اقتدار کو قائم رکھے نے فلاں آدمی کے لیے تحریر کیا ہے۔ بے شک امیر المؤمنین نے اسے اللہ تعالی کی امان اس کے رسول ﷺ کی امان اور اپنی ذاتی امان کی بنیاد پر اسے امان دی ہے۔ اس کی ذات اس کے مال اس کے بال اس کی جلد اس کے اہل خانہ اس کی اولاد اس کی بیوہ اس کے مددگاروں اس کے پیروکاروں اسکے ساتھیوں اس کے مال اس کی مقبوضہ چیزوں اس کی املاک اس کے گھر بار اس کی جائیداد اور جو چیز بھی اس کی ملکیت میں ہے سب کے لیے ایسی امان جو بالکل صحیح ہے۔ جو نافذ العمل واجب اور لازم ہوگی جسے کبھی توڑا جاسکے گا نہ فسخ کیا جاسکے گا اور نہ تبدیل کیا جاسکے گا۔ اس امان نامہ کے بعد معاہدے سے کسی قسم کا فریب چالاکی مکاری حیلہ اور دھوکا نہیں کیا جائے گا اور اس عہد/ امان نامہ پر اسے اللہ کا عہد و میثاق اور اس کی قسم دی جاتی ہے۔ اس کے لیے اور اس کے ساتھ جن لوگوں کا ذکر کیا ہے سب کے لیے خالص نیت کے ساتھ۔ اس امان نامہ/ معاہدہ کی تاریخ سے پہلے کی اس کی تمام غلطیاں اور گناہ معاف کیے جاتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہمیشہ نفس کی سلامتی اور پاکیزگی کے ساتھ پیش آیا جائے گا اور اس کے لیے بھی انہی مراعات کو ملحوظ رکھا جائے گا جو اس قسم کے دیگر معاہدین اور رعایا کے لیے رکھی جاتی ہیں۔ اور اسے کسی ایسی چیز پر مجبور نہیں کیا جائے گا جسے وہ نہیں چاہتا ہوگا اور اس پر کوئی ایسی چیز لازم نہیں کی جائے گی جسے وہ اختیار کرنا نہیں چاہتا ہوگا۔ اور اس کے علاوہ حسب حال وموقع دوسری ضروری اور وضاحت طلب چیزوں کا بھی ذکر کیا جاسکتا ہے۔

عالمی منشور انسانی حقوق کی آئینی حیثیت۔ تقابلی جائزہ

اسلام میں عقد ذمہ کے ذریعے اھل ذمہ کو جو انسانی اور شہری حقوق دیے جاتے ہیں ان کی آئینی قانونی اور شرعی حیثیت کا مختصر جائزہ لینے کے بعد مناسب ہوگا کہ اقوام متحدہ کے معروف ''عالمی منشور انسانی حقوق''(Universal Declaration of Human Rights) مجریہ ۱۰ دسمبر ۱۹۴۸ء کی حقیقت اور آئینی حیثیت کا بھی جائزہ لے لیا جائے تا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ یا دوسرے لفظوں میں اسلام کے عطا کردہ انسانی حقوق اور مفاد پرست اقوام کے دیے گئے نام نہاد انسانی حقوق کے درمیان بنیادی فرق وامتیاز کا اندازہ لگایا جاسکے۔ چنانچہ مولانا مودودیؒ نے دور حاضر میں انسانی

☆عبارۃ النص سے وہ حکم ثابت ہوتا ہے جس کے لیے کلام کو چلایا گیا اور اس کا قصد کیا گیا ہو ☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حقوق کے شعور کی ارتقائی تاریخ پر اجمالی نظر ڈالتے ہوئے آخر میں اقوام متحدہ کی طرف سے ۱۰ دسمبر ۱۹۴۸ء کو پاس ہونے والے عالمی منشور حقوق انسانی کا تذکرہ کیا اور اس کے بعد اس کی آئینی وقانونی حیثیت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے:

اس پورے منشور کے کسی جزء سے کوئی اختلاف کسی بھی قوم کے نمائندوں نے نہیں کیا۔ اختلاف نہ کرنے کی وجہ یہ تھی کہ یہ صرف عام اصولوں کا اعلان واظہار تھا۔ کسی نوعیت کی پابندی کسی پر بھی عاید نہ ہوتی تھی۔ یہ کوئی معاہدہ نہیں ہے جس کی بنا پر دستخط کرنے والی تمام حکومتیں اس کی پابندی پر مجبور ہوں اور بین الاقوامی قانون کے مطابق ان پر قانونی وجوب عاید ہوتا ہو۔ اس میں واضح طور پر یہ بتادیا گیا ہے کہ یہ ایک معیار ہے جس تک پہنچنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ پھر بھی بعض ملکوں نے اس کے حق میں یا اس کے خلاف ووٹ دینے سے اجتناب کیا۔ اس مختصر بیان سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ اول مغربی دنیا میں انسانی حقوق کا تصور ہی دو تین صدیوں سے پہلے اپنی کوئی تاریخ نہیں رکھتا۔ دوسرے اگر آج ان حقوق کا ذکر کیا بھی جائے تو ان کے پیچھے کوئی سند (Authority) اور کوئی قوت نافذہ (sanction) نہیں ہے۔ بلکہ یہ صرف خوشنما خواہشات ہیں۔ اس کے مقابلہ میں اسلام نے حقوق انسانی کا جو منشور قرآن میں دیا اور جس کا خلاصہ حضور نبی کریم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر نشر فرمایا' وہ اس سے قدیم تر بھی ہے اور ملت اسلامیہ کے لیے اعتقاداً اخلاق اور مذہب کی حیثیت سے واجب الاتباع بھی۔ پھر ان حقوق کو عملاً قائم کرنے کی بے مثل نظیریں بھی حضور پاک ﷺ اور خلفائے راشدین ؓ نے چھوڑی ہیں۔۹

اسی طرح جناب صلاح الدین نے عالمی منشور حقوق انسانی کی ''تیس دفعات'' کی دفعہ وار تفصیل اور اندراج کے بعد اس منشور کی حقیقت اور اقوام متحدہ کی بے بسی پر متعدد مغربی مفکرین کی آراء اور تبصرہ جات درج کیے ہیں اور آخر میں اس کی آئینی وقعت وحیثیت اور اصلیت سے یوں پردہ اٹھایا ہے:

''منشور انسانی حقوق کے مطالعہ اور اس پر کیے گئے تبصروں سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ بین الاقوامی سطح پر انسان کی اجتماعی کوششیں بھی اس کے لیے پروقار اور آبرومندانہ زندگی کو کوئی ضمانت مہیا نہیں کرسکیں۔ وہ اپنے اپنے ملک میں حکومتوں کی قہرمانی کے سامنے جتنا بے بس وبے اختیار پہلے تھا اتنا ہی آج بھی ہے بلکہ حکومتوں کے دائرہ کار اور اس کے اختیارات میں مسلسل وسعت واضافہ نے بنیادی حقوق اور شہری آزادیوں کو بالکل بے معنی بنادیا ہے۔ منشور انسانی حقوق کی حیثیت ایک

☆خفی وہ ہے جس کی مراد کسی عارضہ کی وجہ سے چھپی ہوئی ہو صیغہ کی وجہ سے نہیں ☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خوشنما دستاویز سے زیادہ کچھ نہیں۔اس میں حقوق کی ایک فہرست تو مرتب کردی گئی ہے لیکن ان میں سے کوئی ایک حق بھی اپنے پیچھے قوت نافذہ نہیں رکھتا۔یہ نہ ریاستوں پر کوئی قانونی پابندی عائد کرکے انہیں بنیادی حقوق سلب کرلینے سے باز رکھنے کا کوئی اہتمام کرتا ہے اور نہ کسی فرد کے غصب شدہ حقوق کی بازیابی کے لیے کسی قانونی چارہ جوئی کا کوئی نظام مہیا کرتا ہے۔اس طرح یہ منشور تحفظ انسانی حقوق کے معاملہ میں بالکل ناکارہ اور ناقابل اعتماد دستاویز ہے۔اس کا زیادہ سے زیادہ فائدہ بس اتنا ہے کہ اس نے انسانی حقوق کا ایک معیار قائم کردیا ہے اور عالمی انسانی برادری کو اپنے حقوق کے تحفظ کا ارتقائی احساس وشعور بخشتا ہے۔معاشرہ میں فرد کی اہمیت پر زور دیا ہے اور اس کی مدد سے نوآزاد ممالک اپنے آئین وضع کرتے وقت بنیادی حقوق کے رسمی باب کو سہولت کے ساتھ مرتب کرلیتے ہیں۔اس منشور کی حیثیت سراسر اخلاقی ہے۔قانونی نقطہ نظر سے اس کا کوئی وزن ومقام نہیں۔بنیادی حقوق کے محافظ کی حیثیت سے اس منشور کی قوت واہمیت کا اندازہ اس حقیقت سے لگایا جاسکتا ہے کہ صرف سیاسی قیدیوں کے معاملات سے متعلق بین الاقوامی تنظیم ایمنسٹی انٹرنیشنل (Amnesty International) کی شائع شدہ رپورٹ برائے سال ۱۹۷۵۔۷۶ کے مطابق اقوام متحدہ کے ۱۴۲ رکن ممالک میں سے ۱۱۳ ملکوں میں بنیادی حقوق کی سنگین خلاف ورزیاں کی گئیں اور طاقت کے بیجا استعمال، بلاجواز گرفتاریوں، سیاسی قیدوبند، جبروتشدد اور سزائے موت کے واقعات اور پریس پر پابندی، عدلیہ کے اختیارات میں کمی، آمرانہ قوانین کے نفاذ اور بنیادی حقوق منسوخ ومعطل کیے جانے کے اقدامات میں عالمگیر سطح پر تشویش ناک اضافہ ہوا ہے۔۱۰؎

حقوق انسانی کے حوالے سے مذکورہ بالا تنظیم Amnesty International کی بعد کی سالانہ رپورٹوں میں بھی حقوق انسانی کے علمبردار ممالک میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی یہی صورت حال ہے۔چنانچہ ۲۰۱۰ء کی سالانہ رپورٹ میں حقوق انسانی کے تحفظ کے دعویدار مختلف ممالک کے اندر انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کے اعداد وشمار (جن کی تفصیل طوالت کا موجب ہوگی) دیتے ہوئے لکھا ہے:

No one should be above the law.But all too often,those who commit the worst kinds of human rights abuses are not brought to justice.The world,s leaders must do much more to protect people,s rights 11

☆محکم کا حکم یہ ہے کہ اس پر عمل کرنا لامحالہ طور پر واجب ہوتا ہے ☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عصر حاضر میں ذمی کی اصطلاح کا جائزہ

پاکستان سمیت تمام اسلامی ممالک میں اس وقت جتنے غیر مسلم لوگ آباد ہیں، آیا ان کے لیے ذمی کی اصطلاح استعمال کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ تو اس سلسلے میں موجودہ بین الاقوامی صورت حال اور سوچ کچھ اس طرح کی ہے کہ شرعی اصطلاح میں ذمی کا لفظ جیسا کہ اوپر گزر را چاہے کتنا ہی بامعنی مقدس اور ذمہ داری وحفاظت کا مفہوم لیے ہوئے ہو اور اس میں ذلت وتحقیر کے معنی کی مسلمان جتنی نفی کریں، غیر مسلم اس لفظ کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں۔ ان کا خیال ہے کہ ذمی کے تصور سے وہ دوسرے درجے کے شہری قرار پاتے ہیں۔

علاوہ ازیں اسلامی ممالک میں غیر مسلم شہریوں کا قیام باقاعدہ عقد ذمہ کی رو سے نہیں دوسرے تمام اسلامی ممالک میں غیر مسلم اقلیتوں کو استعماری طاقتوں کی تائید وحمایت حاصل ہے، تیسرے اسلامی ممالک کی سیاسی وعسکری اور معاشی صورت حال بھی سراسر استعماری طاقتوں کے رحم وکرم پر منحصر ہے۔ ارباب اختیار واقتدار میں ایمانی جرات اور حمیت وغیرت کا جذبہ بھی قابل رحم حد تک مفقود ہے اسلیے ''الضرورات تبیح المحظورات''۱۲؎ (مجبوریاں ممنوع چیزوں کو بھی جائز قرار دے دیتی ہیں) کے مسلمہ

نئی کتاب

حیاتِ کاشغری

حضرت مولانا جامی کے استاذ وشیخ حضرت مولانا سعدالدین کاشغری کی سوانح حیات

☆

مولف: محمد یسین چغتائی

ملنے کا پتہ: گلی نمبر ۳ جامی منزل فتح آباد شرق ستیانہ روڈ فیصل آباد

فون : 041-8549141

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فقہی قاعدہ کی رو سے ضروری نہیں کہ ان حالات میں غیر مسلموں کے لیے ''ذمی کی اصطلاح پر ہی زور دیا جائے۔ذمی کی مذکورہ تعریف کے مطابق اگر وہ اللہ اوراس کے رسول کے ذمہ میں نہیں آنا چاہتے تو یہ ان کی صوابدید ہے۔اس کے علاوہ اسلام لفظوں میں الجھنے کی بجائے اصل مقصد کو ترجیح دیتا ہے۔چنانچہ صلح حدیبیہ کے معاہدہ میں اہل مکہ کے نمائندے نے ''محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم'' کے الفاظ پر اعتراض کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ پر زور نہیں دیا بلکہ اس کی رائے کے مطابق کاتب معاہدہ حضرت علی المرتضیٰ ؓ کے نہ چاہیے کے باوجود اپنے ہاتھ سے محمد بن عبداللہ لکھ دیا اور یوں اس معاہدہ صلح کو پایہ تکمیل تک پہنچادیا۔۱۳؎

موجودہ حالات میں غیر مسلموں کے لیے ذمی کی اصطلاح کے لیے اصرار نہ کرنے پر خلیفہ راشد حضرت عمر فاروق ؓ کے اس فیصلے سے بھی استشہاد کیا جاسکتا ہے کہ آپ نے نصاریٰ بنی تغلب کی خواہش پر ان سے جزیہ کی بجائے دوگنا صدقہ (زکوۃ) لینے پر صلح کر لی تھی۔۱۴؎

غیر مسلموں کے بارے میں ''اشداء علی الکفار'' کی شان کے حامل خلیفہ حضرت عمر ؓ نے بنی تغلب سے جزیہ کی بجائے دوگنا زکوۃ پر صلح کیوں فرمائی؟اس کی حکمت ومصلحت سے پر تبصرہ کرتے ہوئے ابو عبید ؒ نے لکھا ہے:

ہمارے خیال میں انہوں نے جزیہ کا نام اڑا کر یہ صورت اس لیے جائز رکھی کہ انہیں بنی تغلب کی طرف سے یہ بات معلوم ہوچکی تھی کہ وہ جزیہ کے نام سے بیزاری ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہیں اور وہ خطرہ محسوس کرتے تھے کہ اگر انہیں (اسی نام پر) مجبور کیا گیا تو وہ رومیوں سے جا ملیں گے اور اسلام کے خلاف ان کے مددگار بن جائیں گے۔پھر ان پر یہ حقیقت بھی منکشف تھی کہ اگر ان سے واجبی جزیہ لینے کے ساتھ ہی اتنی رعایت کردی جائے کہ اس کا نام (جزیہ) باقی نہ رکھا جائے تو اس سے مسلمانوں کو کوئی گزند نہ پہنچے گا۔بنابریں انہوں نے ان کے لیے جزیہ کا لفظ اڑا دیا اور اس کی واجب الادا رقم صدقہ کے نام سے لینے لگے جو مسلمانوں سے وصول کی جانے والی زکوۃ سے دوگنا ہوتی تھی۔اس طرح ایک طرف تو ان کے مخالفین سے جا ملنے کے اندیشہ کا سدباب ہوگیا اور دوسری طرف ان کے ذمہ مسلمانوں کے جو واجب الادا حقوق تھے وہ بھی پورے پورے وصول ہوگئے۔اور اس فیصلہ میں حضرت عمر ؓ صائب الرائے اور اپنی جگہ بالکل حق بجانب تھے۔۱۵؎

بالکل یہی صورت حال عالم اسلام میں غیر مسلموں کے لیے ذمی کی اصطلاح استعمال کرنے

☆حکم میں منبر سے زیادہ قوت ہوتی ہے☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں ہے۔لہذا ان کی ذہنی تسکین کے لیے غلبہ اسلام کے زمانے کی مذکورہ اصطلاح پر زور دینے کی بجائے ''غیر مسلم اقلیت'' کی اصطلاح استعمال کرنے میں شرعا کوئی مضائقہ نظر نہیں آتا۔

حواشی

۱۔ڈاکٹر حمید اللہ، سیاسی وثیقہ جات (وثیقہ نمبر ۳۴)ص:۵۹

۲۔بخاری: الجامع الصحیح (کتاب المناقب باب قصۃ البیعۃ والاتفاق علی عثمانؓ الخ)۱/ ۵۲۳، رقم: ۳۷۰۰، ابو یوسف کتاب الخراج ص ۱۴، ابو عبید، کتاب الاموال (عربی)، ص: ۲۷

۳۔بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع۔ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ۱۴۰۵ھ ۷/ ۱۱۲

۴۔حوالہ مذکور، ص: ۱۱۳

۵۔دیکھیے: امام شافعی، الام (مع مختصر المزنی)، ۴/ ۲۰۸۔۲۱۰، بیہقی، السنن الکبری (کتاب الجزیۃ)، ۱۴/ ۳۹۔۴۲، الموسوعۃ الموسوعۃ الفقھیۃ (کویت)، ۷/ ۱۲۴

۶۔اسلامی ریاست، اسلامک پبلیکشنز لاہور ص ۴۸۳

۷۔اسلامی ریاست، دار التذکیر اردو بازار لاہور، ۲۰۰۶، ص ۲۰۱۔۲۰۰

۸۔صبح الاعشی فی صناعۃ الانشاء (المقالۃ التاسعۃ۔الباب الثانی)، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۳/ ۳۳۰

۹۔اسلامی ریاست ص ۵۵۴۔۵۵۳

۱۰۔بنیادی حقوق، ادارہ ترجمان القرآن لاہور (ص ۹۶۔۹۵)

11.http/humanrightshouse.org/14314.html

۱۲۔ابن نجیم زین الدین بن ابراہیم (م ۹۷۰) الاشباہ والنظائر، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ت۔ن، ۱/ ۱۱۸

۱۳۔تفصیل کے لیے دیکھیے: بخاری، الجامع الصحیح بمع شرح کرمانی (کتاب المغازی باب عمرۃ القضاء) دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۰۱ھ/ ۱۹۸۱ء، ۱۶/ ۱۱۷، رقم ۳۹۶۶

۱۴۔دیکھیے: امام ابو یوسف، کتاب الخراج ص: ۱۲۱۔۱۲۰، ابو عبید قاسم بن سلام، کتاب الاموال (باب نمبر ۷۷۔پیرہ نمبر ۱۶۹۳ تا ۱۷۰۳)، ص: ۷۹۴۔۷۹۸

۱۵۔کتاب الاموال (پیرہ نمبر ۱۶۹۹)، ص: ۷۹۷، ۷۹۶

© rasailojaraid.com